

مفتی صاحب! السلام علیکم

میرا بیٹا کوریا میں رہتا ہے۔ نماز باجماعت کے وقت سے بعض لوگوں کا مندرجہ ذیل طریقہ عمل مشاہدے میں آتا ہے۔

۱) شہریت کی روشنی میں ان کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں رہنمائی فرمائیے۔
۲) اگر وہ ایک ایسی مسجد میں نماز پڑھے یا پھر وہ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھے تو اسے مسجد کی طرف سے ایک آواز سے اللہ اکبر کہنا ہے۔ اس طرح سارے ارکان میں وہ امام بن جاتا ہے اور دوسرا آدمی آواز دے کر اسے نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ جب ہم شہر کی نماز پڑھتے ہیں تو ایک ایسا آدمی مسجد میں داخل ہو کر

۳) دوسرا اشارہ شہر کی نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ پھر وہی آواز سے پھر پھر یہاں تک کہ قرأت بھی پڑھ کے ساتھ، لیکن سچے کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔
۴) امامت پڑھتا ہے۔ پھر وہی آواز سے پھر پھر اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں شامل ہو جاتے ہیں۔
۵) بعد میں اس کے ساتھ ہی پہنچ کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں شامل ہو جاتے ہیں۔
۶) براہ مہربانی رہنمائی فرمائیں کہ شہریت میں ایسی نماز باجماعت کی گنجائش ہے

والسلام

محمد عالی
سول، کوریا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الجواب حامدا و مصليا

(۱)۔۔۔ اگر کوئی شخص تنہا فجر، مغرب یا عشاء کی فرض نماز آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو کہ اسی اثناء میں کوئی شخص

اس کی اقتدا کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

اس کی اقتدا کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) یہ شخص دل میں قصد کر لے کہ میں اب امام بنتا ہوں تاکہ نماز جماعت سے ہو جائے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ قصد نہ کرے، بلکہ بدستور اپنے کو یہی سمجھے کہ گویا یہ شخص میرے پیچھے

آکھڑا ہوا، لیکن میں امام نہیں بنتا، بلکہ بدستور تنہا پڑھتا ہوں تو پہلی صورت میں اس پر اسی جگہ سے بلند آواز سے

قرأت کرنا واجب ہے، لہذا اگر سورۃ الفاتحہ یا کسی قدر دوسری سورۃ بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو

چاہئے کہ اسی جگہ سے بقیہ فاتحہ یا بقیہ سورۃ کو بلند آواز سے پڑھے، اس لیے کہ امام کو فجر، مغرب اور عشاء کے

وقت بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، البتہ دوسری صورت میں بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں ہے، تاہم

اس مقتدی کی نماز درست رہے گی، کیونکہ صحتِ صلوٰۃ مقتدی کے لیے امام کانتِ امامت کرنا ضروری نہیں

۔ (ماخذہ بہشتی زیور: ۹۱۱) البتہ اس بات کا خیال رہے کہ دونوں کی نماز ایک ہو۔

حاشیۃ ابن عابدین - (1 / 532)

قوله (أعادها جهرا) لأن الجهر فيما بقي صار واجبا بالاقتداء والجمع بين

الجهر والمخافتة في ركعة واحدة شنيع

بحر

ومفاده أنه لو ائتم بعد قراءة بعض السورة أنه يعيد الفاتحة والسورة فليراجع

ح قوله (لكن الخ) استدراك على قوله ولو ائتم به وهذا قول آخر

وقد حكى القولين القهستاني حيث قال إن الإمام لو خافت ببعض الفاتحة

أو كلها أو المنفرد ثم اقتدى به رجل أعادها جهرا كما في الخلاصة وقيل لم

يعد وجهه فيما بقي من بعض الفاتحة أو السورة كلها أو بعضها كما في المنية

اه وعزا في القنية القول الثاني إلى القاضي عبد الجبار وفتاوى السعدي ولعل

وجهه أن فيه التحرز عن تكرار الفاتحة في ركعة وتأخير الواجب عن محله وهو

موجب لسجود السهو فكان مكروها وهو أسهل من لزوم الجمع بين الجهر

والإسرار في ركعة



على أن كون ذلك الجمع شنيعا غير مطرد لما ذكره في آخر شرح المنية أن الإمام لو سها فخافت بالفاتحة في الجهرية ثم تذكر يجهر بالسورة ولا يعيد ولو خافت بأية أو أكثر يتمها جهرًا ولا يعيد وفي القهستاني ولا خلاف أنه إذا جهر بأكثر الفاتحة يتمها بخافتة كما في الزاهدي اه أي في الصلاة السرية وكون القول الأول نقله في الخلاصة عن الأصل كما في البحر والأصل من كتب ظاهر الرواية لا يلزم منه كون الثاني لم يذكر في كتاب آخر من كتب ظاهر الرواية فدعوى أنه ضعيف رواية ودراية غير مسلمة فافهم

قال الرافعي تحته:

لعل الاولي ابدال اسهل باشد مثلاًحتي يظهر كون ماذكر وجهاللقيل الثاني-
البحر الرائق - (1 / 382)

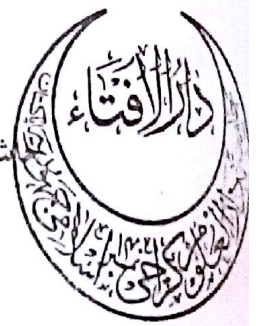
والمحصل أن اتحاد الصلاتين شرط لصحة الاقتداء وذلك بأن يمكنه الدخول في صلاته بنية صلاة الإمام فتكون صلاة الإمام متضمنة لصلاة المقتدي وهو المراد بقوله عليه الصلاة والسلام الإمام ضامنأي تتضمن صلاته صلاة المقتدي

وأشار بمنع اقتداء المفترض بالمتنفل إلى منع اقتداء الناذر بالناذر لأن صلاة الإمام نفل بالنسبة إلى المقتدي لأن التزامه إنما يظهر عليه فقط إلا إذا نذر أحدهما عين ما نذره الآخر فاقتدى أحدهما بالآخر فإنه يجوز للاتحاد وإلى أنه لو أفسد كل منهما التطوع ثم اقتدى أحدهما بالآخر في قضائه فإنه لا يجوز لما ذكرناه للاختلاف كما لو اقتدى من أفسد بمن يصلي مندورة إلا إذا كان اقتدى أحدهما بالآخر تطوعاً ثم أفسده ثم قضياه بالاقتداء يجوز للاتحاد

مشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح - (1 / 194)

وأما نية الإمامة فليست بشرط إلا في حق النساء ولا يلزم المقتدي تعيين الإمام بل الأفضل عدمه لأنه لو عينه فبان خلافه فسدت صلاته

(۲)۔۔ واضح رہے کہ جماعت کے لیے کم از کم دو نمازیوں کا ہونا شرط ہے اس لیے تنہا بلند آواز سے تکبیر اور قراءت کرنے والا شخص دوسرے نمازی کے آنے سے پہلے امام نہیں بن سکتا، بلکہ منفرد کہلائے گا اور مغرب کی نماز میں اکیلے نماز پڑھنے والے کو جہر اور خفاء دونوں کا اختیار ہے، اس لیے اس کے حکم میں بھی وہی تفصیل ہے جو سوال نمبر ایک کے حکم میں ہے۔



الفتاوى الهندية - (1 / 66)
والإمام ينوي ما ينوي المنفرد ولا يحتاج إلى نية الإمامة حتى لو نوى أن لا
يؤم فلانا فجاء فلان واقتدى به جاز هكذا في فتاوى قاضي خان

البحر الرائق - (1 / 366)
ولم يذكر المصنف بقية أحكامها فمنها أن أقلها اثنان واحد مع الإمام في
غير الجمعة لأنها مأخوذة من الاجتماع وهما أقل ما يتحقق بهما الاجتماع
ولقوله عليه الصلاة والسلام الاثنان فما فوقهما جماعة (1) وهو ضعيف
كما في شرح منية المصلي وسواء كان ذلك الواحد رجلا أو امرأة حرا أو عبدا
أو صبيا يعقل ولا عبثة بغير العاقل
وفي السراج الوهاج لو حلف لا يصلي بجماعة وأم صبيا يعقل حنث في يمينه
ولا فرق في ذلك بين أن يكون في المسجد أو بيته حتى لو صلى في بيته
بزوجته أو جارته أو ولده فقد أتى بفضيلة الجماعة

الفتاوى الهندية - (1 / 72)

ويجهر بالقراءة في الفجر وفي الركعتين الأوليين من المغرب والعشاء إن كان
إماما ويخفيها فيما بعد الأوليين كذا في الزاهدي ويخفيها الإمام في الظهر
والعصر وإن كان بعرفة ويجهر بالجمعة والعيدين كذا في الهداية وكذا يجهر في
التراويح والوتر إن كان إماما وإن كان منفردا إن كانت صلاة يخافت فيها
يخافت حتما هو الصحيح وإن كانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار والجهر
أفضل ولكن لا يبالغ مثل الإمام لأنه لا يسمع غيره كذا في التبيين ولا يجهد
الإمام نفسه بالجهر كذا في البحر الرائق..... والله تعالى اعلم

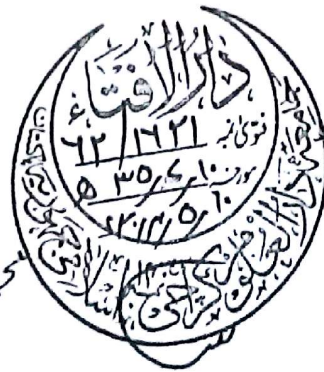
حمزة بن عبد الرزاق عفا الله عنهما
دارالافتاء جامعة دارالعلوم كراچی

٨ / رجب / ١٣٣٥

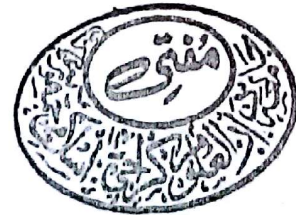
٨ / محرم / ٢٠١٣

الجواب صحیح
محمد تقی
عقبتہ

١٠ / ٢٣ / ١٤٣٥



للجواب صحیح
امام ابو حنیفہ عفا اللہ
عنہما
١٠ / ٢٣ / ١٤٣٥



الجواب صحیح

١٠ / ٢٣ / ١٤٣٥